دلائل میں تعارض، ترجیح اور نسخ

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان : ڈاکٹر احمد حسن

اصول فقہ کے مباحث میں دلائل کے درمیان تعارض کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مسئلے میں ایک دلیل ایک حکم کی متقاضی ہو اور اسی مسئلے کے بارے میں دوسری دلیل دوسرا حکم چاہتی ہو۔اس معنی میں شرعی دلائل کے درمیان تعارض کا تصور فی الواقع کیا ہی نہیں جا سکتا، کیونکہ شریعت میں دلیلیں احکام کو بتانے کے لیے قائم کی گئی ہیں۔اسی طرح ان کے تقاضا پر عمل کرنا ممکن اور تکلیف کی شرط اسی وقت پوری ہوتی ہے۔جب مکلّف عاقل و بالغ ہو اس کے لیے شرعی احکام کا جاننا ممکن ہو۔اس صورت میں یہ بات محال ہے کہ دلائل کے ایک دوسرے سے متعارض ہوتے ہوئے ان کا مفہوم و معنی سمجھا جا سکے۔کیونکہ تعارض کا مطلب ہے دلائل کا ایک دوسرے سے ٹکراؤ ہونا، ان سے لاعلم رہنا، مقصد کا مبہم رکھنا اور شرط تکلیف کا فوت ہونا۔اسلامی شریعت میں یہ تمام چیزیں ادا نہیں ہو سکتیں۔اللہ تعالیٰ جو پر حکمت ذات ہے کے بارے میں ایسا تصور کرنا بھی محال ہے کہ وہ باہم متعارض احکام دے سکتا ہے۔

تعارض حقیقت میں تو محال ہے، لیکن مجتہدین کی رائے اور ان کی نظر کے اعتبار سے یہ محال نہیں ہے۔یہ ممکن ہے کہ ایک مجتہد ظاہر میں یہ سمجھے کہ کسی مسئلے میں ایک دلیل دوسری کے مخالف ہے اور اس کا یہ سمجھنا اس کی کم فہمی، کمزوری اور مسئلے کے تمام دلائل اور پہلوؤں سے ناواقفیت کے سبب سے ہو۔اس لیے اس کے نزدیک یہ تعارض ظاہر میں ہوتا ہے نہ کہ حقیقت میں۔نصوص اور دلائل کے درمیان اس ظاہری تعارض کو دور کرنے کے لیے علمائے اصول نے کچھ اصول و قواعد وضع کیے ہیں۔ان قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ مجتہد کو ناسخ و منسوخ کا علم ہونا چاہیے، الفاظ کی دلالت کی ترجیح کے طریقوں سے واقف ہونا چاہیے، اور اسی طرح ترجیح اور تعارض دور کرنے کے دیگر طریقے جن کا ہم اس فصل میں ذکر کریں گے۔اس لیے ہم نے اس فعل کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

اول: نسخ کے بارے میں الگ سے بحث، اس کے مفہوم، محل اور زمانہ کے بارے میں وضاحت

☆ اهجر المنبهات والاکثار منها کالشاهی والقهوة واحذر التدخین والشیشة وغیرها. ☆

دوم: ترجیح کے قواعد اور دلائل نصوص کے درمیان تعارض کو دور کرنے کے لیے اصول سے متعلق گفتگو

پہلی مبحث : نسخ

لغت میں نسخ زائل کرنے یا منتقل کرنے کو کہتے ہیں۔اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے: رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی متاخر عنه (حکم شرعی کو دلیل کے ذریعے جو اس کے بعد آئی ہو رفع کرنے کو نسخ کہتے ہیں)۔بعد میں آنے والی اس دلیل کو ناسخ کہتے ہیں اور اس سے پہلے حکم کو منسوخ کہتے ہیں اور اس رفع حکم یعنی حکم اٹھانے کو نسخ کہتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید میں نسخ واقع ہوا ہے اور اس کی سب سے ظاہر و باہر مثال، جس میں کسی طرف سے کوئی نزاع نہیں ہے، نماز میں بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کو منسوخ کر کے مسجد الحرام کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قد نری تقلب وجهک فی السمآء فلنولینک قبلة ترضاها فول وجهک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطره﴾ (البقرة ۲:۱۴۴) (بے شک ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔بس اب آپ اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر لیجیے اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے منہ اسی کی طرف پھیرو)۔

نسخ کبھی کلی ہوتا ہے۔اس صورت میں پہلا یا سابق حکم پورے کا پورا اٹھالیا جاتا ہے جیسے بیت المقدس کی طرف نماز میں رخ کرنے کا حکم منسوخ کر کے مسجد الحرام کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔اور کبھی جزئی ہوتا ہے، یعنی جن افراد پر سابق حکم پہلے منطبق ہوتا تھا، ان میں سے بعض سے اس کو اٹھالیا جاتا ہے اور بعض سے نہیں۔

اس کی مثال میں قذف (تہمت زنا) کی آیت پیش کی جاسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة و لاتقبلوا لهم شهادة ابدا﴾ (النور ۲۴:۴) (جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو)۔اس آیت میں قذف کی سزا کا حکم عام ہے، یعنی خواہ خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا خاوند کے علاوہ دوسرے لوگ دوسری پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، سب کو ایک ہی سزا دی جائے گی۔لیکن یہ عمومی حکم ایک دوسری آیت

☆اعتنِ بنظافة ثوبك وحسن رائحتك وترتيب مظهرك مع السواك والطيب.☆

سے جزوی طور پر منسوخ ہوگیا اور وہ یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور چار گواہ نہ لاسکے تو اس پر عام لوگوں کی طرح حد قذف جاری نہیں ہوگی، بلکہ لعان کے ذریعے دونوں کی تفریق کرادی جائے گی۔

لعان سے متعلق آیت یہ ہے: ﴿والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم شهداء الاانفسهم فشهادةاحدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقین .والخامسة ان لعنت الله علیه ان کان من الکاذبین .ویدرا عنهاالعذاب ان تشهداربع شهادات بالله انه لمن الکاذبین .والخامسة ان غضب الله علیهاان کان من الصادقین﴾(النور۲۴:۶۔۱۰)(جولوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اوران کے پاس سوائے اپنی ذات کے اورکوئی گواہ نہ ہوتو ایسے شخص کی گواہی یہی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھاکر یہ کہہ دے کے بے شک وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔اگرکوئی شوہراپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اوراس کے پاس کوئی ثبوت نہ ہوتو وہ لعان کرے،یعنی قاضی کے سامنے چار مرتبہ اللہ تعالی کی قسم کھاکر یہ کہے کہ اس نے جواپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں وہ سچا ہے اور پانچویں بار قسم کھاکر یہ کہے کہ اس کے خاوند نے جواس پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں وہ جھوٹا ہے۔پھر بیوی چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ خاوند نے اس پر جوزنا کی تہمت لگائی ہے اس میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار اللہ کوگواہ بناکر یہ کہے کہ اگر وہ سچا ہے تو خوداس پر(بیوی پر)خداکاغضب نازل ہو)۔جب زوجین کے درمیان لعان کی تکمیل ہوجائے،تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کرادے۔

نسخ کی حکمت:

جیسا کہ ہم پہلے بتاچکے ہیں کہ اسلامی شریعت میں نسخ عملاً واقع ہوا ہے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالی اپنے بندوں کی مصالح کی رعایت کرنا چاہتے ہیں اورجیسا کہ ہم تفصیل سے پہلے بتاچکے ہیں کہ تشریع احکام کا اصلی مقصد بندوں کی مصالح کو پورا کرنا ہے۔اگرکبھی یہ بات دیکھی جائے کہ مصلحت کا تقاضایہ ہے کہ کسی زمانے میں فلاں حکم کوتبدیل کردیاجائے تو یہ تبدیلی تشریع احکام کے اس مقصد کے ساتھ متفق ہوگی۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں صبح وشام دووقت کی نمازیں فرض ہوئیں اور ہرنماز میں صرف دورکعتیں فرض۔اس کے بعدتدریجاپانچ نمازیں فرض کی

گئیں اوران کی مختلف رکعتیں مقرر ہوئیں جس طرح آج ہم ان نمازوں کوادا کرتے ہیں لیکن ان نمازوں اور رکعتوں کی تکمیل اس وقت ہوئی جب نفس ان کے عادی ہو چکے تھے اورانہیں ان سے اطمینان حاصل ہو چکا تھا۔

نسخ اور تخصیص

بعض اوقات نسخ جزئی کا تخصیص کے ساتھ التباس ہوجاتا ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ جب عام کی تخصیص کی جاتی ہے تو بعض افراد سے اس کا حکم اٹھالیا جاتا ہے اوران کے علاوہ یہ حکم ان افراد تک محدود رہتا ہے جو مخصص میں شامل ہوتے ہیں اوریہی حال نسخ جزئی کا بھی ہے۔اس میں بھی عمومی حکم کو بعض افراد سے اٹھالیا جاتا ہے اورحکم خاص افراد تک محدود رہتا ہے لیکن مشابہت کے باوجود نسخ اور تخصیص کے درمیان فرق ہے۔وہ یہ ہے کہ حالت نسخ میں ابتداہی سے حکم میں تمام افراد شامل ہوتے ہیں یایوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ حکم شروع ہی سے تمام لوگوں کے لیے نازل ہوتا ہے۔اس کے بعد ناسخ دلیل سے بعض افراد کی نسبت وہ حکم اٹھالیا جاتا ہے،لیکن وہ حکم ان کے علاوہ دوسرے افراد کے لیے باقی رہتا ہے۔تاہم تخصیص میں ایسانہیں ہوتا۔اس میں ابتداہی سے حکم کچھ مخصوص افراد سے متعلق ہوتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ مخصص ہمیں یہ بتلاتا ہے کہ ابتداہی سے شارع کی مراد عام سے تمام افراد کی شمولیت نہیں تھی۔ بلکہ شروع ہی سے یہ حکم مخصوص افراد کے لیے دیا گیا تھا۔اس لیے مخصص کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ عام سے ملا ہوا ہو یا کم ازکم اس پرعمل پہلے وارد ہو چکا ہو لیکن نسخ جزئی کی صورت اس کے برعکس ہے۔اس میں شرط یہ ہے کہ وہ اس وقت کے بعد وارد ہو جب اس پرعمل کرنا ہو۔

كل عام وانتم بخير

نیا اسلامی سال مبارک ہو

☆

منجانب: مجلس ادارت ومشاورت مجلہ فقہِ اسلامی کراچی

0333-2376985

☆تذكر ان ربك واسع المغفرة يقبل التوبة ويعفو عن عباده ويبدل السيئات حسنات.☆

نسخ کی قسمیں

نسخ کبھی صریح ہوتا ہے،اس طرح کہ شارع خود اس بات کی وضاحت کردے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔اس کی مثال میں ہم رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں: کنت نهيتكم عن زيارة القبور ،فزوروها ا ۔ (میں تمہیں پہلے قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کرو، کیونکہ یہ زیارت تمہیں آخرت یاددلاتی ہے)۔

نسخ کبھی ضمنی ہوتا ہے اس طرح کہ شارع کسی حکم کے منسوخ ہونے کے بارے میں خود وضاحت نہ کرے بلکہ کوئی ایسا حکم دے جو سابق حکم کے معارض ہو اور واضح طور پر یہ نہ بتائے کہ پہلا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور دونوں حکموں کے درمیان موافقت ناممکن ہو۔اس لیے جو حکم بعد میں دیا ہے وہ ضمنی طور پر پہلے حکم کا ناسخ ہوگا۔

ضمنی نسخ کی مثال میں یہ آیات پیش کی جاسکتی ہیں: ﴿والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج﴾ (البقرۃ۲:۲۴۰) (جولوگ تم میں سے مرنے لگیں اور اپنے پیچھے اپنی بیویاں چھوڑیں تو وہ اپنی بیویوں کے حق میں ایک سال خرچ دینے اور ان کو گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کرجائیں)۔اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت کا خاوند مرجائے اس کی عدت پورا ایک سال ہے۔یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ﴿والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا﴾ (البقرۃ۲:۲۳۴) (جولوگ تم میں سے وفات پاجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں)۔یہ آیت بتلاتی ہے کہ جس عورت کا خاوند مرجائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔اس لیے یہ آیت ضمنی طور پر پہلی آیت کی ناسخ ہے کیونکہ یہ بعد میں نازل ہوئی تھی۔

نسخ کا وقت اور وہ احکام جن کا منسوخ ہونا جائز اور ممکن ہے:

نسخ صرف نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہوسکتا ہے۔آپ کی وفات کے بعد نسخ ممکن نہیں ہے، کیونکہ نسخ وحی سے ہوتا تھا اور آپ کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ ناسخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوت میں منسوخ کے برابر ہو جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔کوئی چیز بھی قوت

میں وحی کے برابر نہیں ہوسکتی سوائے وحی کے اور وحی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔اس لیے آپ کی وفات کے بعد قطعی طور پر اسلامی شریعت کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔

جن احکام کا منسوخ ہونا جائز ہے وہ ایسے فروعی احکام ہیں جو قابل تغیر وتبدل ہیں،لیکن دوسری قسم کے احکام میں نسخ جائز نہیں ہے مثلا بنیادی احکام ۔یہ عقائد سے متعلق احکام ہیں،جیسے اللہ پر،آخرت پر اور حساب کتاب پر ایمان،اسی طرح شرک،ظلم وزیادتی اور زنا کی حرمت،امہات فضائل واخلاق جیسے عدل،صداقت ،والدین کے ساتھ نیکی وحسن سلوک۔ان احکام کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کسی وقت میں یا کسی حال میں یا کسی موقع پر تبدیلی یا تغیر ہوسکتا ہے،چاہے حالات،زمانے اور مواقع کیسے ہی بدل جائیں یہ احکام اپنی جگہ جوں کے توں قائم رہیں گے۔ایسے ہی بعض فروعی احکام جو ایسے احکام سے ملحق ہیں جن کے سبب اب وہ ابدی بن گئے ہیں اور اب منسوخ نہیں ہوسکتے۔جیسے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد:**الجهاد ماض الی یوم القیامة** (جہاد قیامت تک جاری رہے گا)۔

وہ دلائل جن سے نسخ جائز ہے:

نسخ میں بنیادی قاعدہ یہ ہے کہ ناسخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوت میں منسوخ دلیل کے برابر ہو یا اس سے قوی تر ہو اور منسوخ دلیل کے بعد وارد ہو نہ کہ پہلے ۔اس اصول پر متعدد قواعد متفرع ہوتے ہیں اور ان سے متعدد نتائج نکلتے ہیں:

اول:قرآن مجید کی آیات ایک دوسرے سے منسوخ ہوسکتی ہیں کیونکہ یہ سب قوت میں برابر ہیں۔

دوم:متواتر سنت سے قرآن مجید کی آیت منسوخ ہوسکتی ہے اور اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے کیونکہ متواتر سنت قطعی الثبوت ہونے میں قرآن کی طرح ہے۔نیز دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے اور وہ وحی ہے۔یہ جمہور کا مسلک ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک قرآن صرف قرآن سے منسوخ ہوسکتا ہے اور سنت سے صرف سنت۔

سوم:ایک خبر واحد دوسری خبر واحد کو منسوخ کرسکتی ہے۔بشرطیکہ دونوں قوت میں برابر ہوں یا ناسخ حدیث منسوخ سے زیادہ قوی ہو۔

چہارم:اجماع سے قرآن مجید یا سنت کی کوئی نص منسوخ نہیں ہوسکتی،کیونکہ نص اگر قطعی الدلالۃ ہے

تو اس کے خلاف اجماع منعقد ہوسکتا ہے۔ اگر ظنی الدلالۃ ہے اور اس کے خلاف اجماع منعقد ہو چکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اجماع کرنے والے فقہا کی نظر میں کوئی دوسری دلیل موجود تھی جس کو ظنی الدلالۃ پر ترجیح حاصل ہے۔ اس لحاظ سے وہ دلیل ناسخ ہے جس پر اجماع منعقد ہوا ہے نہ کہ خود اجماع۔

پنجم: اجماع قرآن مجید یا سنت کی کسی نص کو منسوخ نہیں کرسکتا، کیونکہ ناسخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ منسوخ سے متاخر ہو اور قرآن وسنت کی نصوص اجماع پر مقدم ہیں کیونکہ اجماع ایک ایسا شرعی ماخذ ہے جس کی حجیت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ آپ کی زندگی میں نہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

ششم: جو اجماع قرآن مجید کی کسی نص یا حدیث یا قیاس پر مبنی ہو دوسرے اجماع سے منسوخ نہیں ہوسکتا۔ ہاں جو اجماع مصلحت پر مبنی ہو وہ دوسرے اجماع سے منسوخ ہوسکتا ہے۔ یہ بھی اسی صورت میں ہے جب مصلحت بدل جائے اور یہ مناسب سمجھا جائے کہ اب مصلحت کسی دوسرے حکم کے لانے ہی سے پوری ہوسکتی ہے اور سابق حکم سے اس مصلحت کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔

ہفتم: قیاس میں قرآن مجید کی نص یا حدیث یا اجماع کرنے کو منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ ہی وہ خود ان چیزوں سے منسوخ ہوسکتا ہے، کیونکہ قیاس کے ذریعے حکم اس وقت مستنبط کیا جاتا ہے جب قرآن وسنت اور اجماع سے حکم ثابت نہیں ہوتا۔ قیاس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ کسی ایسے حکم کے خلاف نہ ہو جو ان میں سے کسی سے ثابت ہو، ورنہ ایسے قیاس کا اعتبار نہ ہوگا۔

ہشتم: ایک قیاس دوسرے قیاس کو منسوخ نہیں کرسکتا۔ قیاس رائے واجتہاد پر مبنی ہوتا ہے اور وہ قیاس اس مجتہد کی نسبت حجت ہے جو اس قیاس پر مبنی حکم تک اپنے اجتہاد کے ذریعے پہنچتا ہے۔ رہے دوسرے مجتہدین تو ان کے لیے یہ قیاس حجت نہیں ہے۔

لیکن اگر ایک مجتہد سے دو قیاس صادر ہوں تو دونوں کے درمیان تعارض ممکن ہے، تاہم وہ بھی ایک دوسرے کے لیے ناسخ نہیں بن سکتے، کیونکہ قیاس رائے واجتہاد پر مبنی ہوتا ہے اور نسخ احکام میں رائے کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ اس صورت میں مجتہد کا فرض ہے کہ ایک دوسرے پر ترجیح کا کوئی طریقہ تلاش کرے اور اس کی نگاہ میں جو راجح ہو اس پر عمل کرے جیسا کہ استحسان میں ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں دو قیاس ممکن ہوتے ہیں اور مجتہد ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے اور اکثر قیاس خفی اپنی

علت کی قوت اور حکم میں اس کی تاثیر کے سبب قابل ترجیح ہوتا ہے، اسی وجہ سے اس کو استحسان کہتے ہیں،..

تعارض وترجیح

شرعی دلائل کے درمیان حقیقت میں تعارض نہیں ہوتا، بلکہ مجتہد کی نظر میں ہوتا ہے، اس لیے یہ ظاہری تعارض ہوتا ہے، حقیقی نہیں۔ اس ظاہری تعارض کی رو سے دونوں متعارض دلائل کا تقاضا ہوتا ہے کہ ایک ایسے مسئلے میں جس کا مجتہد حکم تلاش کر رہا ہوتا ہے ایک ہی وقت میں دو مختلف اور باہم متعارض احکام لاگو ہوں۔

اس ظاہری تعارض کے ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ دونوں دلیلیں قوت میں برابر ہوں، جیسے قرآن مجید کی دو آیتیں یا دو حدیثیں۔ اس حالت میں ایک مجتہد دونوں نصوص کی تاریخ ورود کو تلاش کرتا ہے۔ اگر اسے ان کی تاریخ کا علم ہو جاتا ہے تو وہ فوراً یہ فیصلہ کرتا ہے کہ بعد میں وارد ہونے والی نص پہلے وارد ہونے والی نص کو منسوخ کرتی ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج﴾ (البقرۃ ۲: ۲۴۰) (جو لوگ تم میں سے مرنے لگیں اور اپنے پیچھے اپنی بیویاں چھوڑ دیں تو وہ اپنی بیویوں کے حق میں ایک سال تک خرچ دینے اور ان کو گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کر جائیں)۔ دوسری جگہ ارشاد باری ہے: ﴿والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا﴾ (البقرۃ ۲: ۲۳۴) (جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں)۔[۲]

پہلی آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اس کی عدت ایک سال ہے۔ دوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اس کی عدت چار مہینے اور دس دن ہے۔ چونکہ (اوپر بیان کردہ ترتیب کے مطابق) پہلی آیت دوسری آیت کے بعد نازل ہوئی اس لیے وہ پہلی آیت کو منسوخ کرتی ہے اور دوسری کا حکم باقی رہے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا﴾ (البقرۃ ۲: ۲۳۴) (جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿واولات الاحمال

اجلھن ان یضعن حملھن ﴾(الطلاق ۶۵:۴)(حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں)۔

پہلی آیت بتلاتی ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہوجائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، اس میں حاملہ یا غیر حاملہ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔لیکن دوسری آیت بتلاتی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حاملہ ہوتو اس کی عدت وضع حمل تک ہے۔یعنی بچے کی پیدائش ہوتے ہی اس کی عدت ختم ہوجائے گی۔

بعض فقہا جیسے عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے یہ ہے کہ دوسری آیت پہلی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے اس لیے دوسری آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے۔اس لیے دوسری آیت کے مطابق حاملہ عورت وضع حمل تک عدت گزارے گی۔خواہ یہ مدت چار ماہ دس دن سے کم ہو یا زیادہ۔

۳۴۸۔اگر دو متعارض نصوص کی تاریخ ورود کا علم نہ ہوتو مجتہد ایک نص کو دوسری پر ترجیح دے اور اس میں وہ طریقے اختیار کرے جو ترجیح کے لیے متعین ہیں۔ترجیح کے طریقوں میں سے بعض اہم طریقے ذیل میں لکھے جاتے ہیں:

اول:نص کو ظاہر پر ترجیح دی جائے گی

اس سے پہلے ہم تفصیل سے بیان کرچکے ہیں کہ واضح الدلالت لفظ کی چار قسمیں ہیں: ظاہر، نص، مفسر، محکم۔ان میں سے جب ظاہر اور نص کے درمیان تعارض ہوگا تو نص کو ظاہر پر ترجیح ہوگی۔اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ارشاد باری تعالی ہے:﴿واحل لکم ماوراء ذلکم﴾(النساء۲۴:۴)(ان محرمات مذکورہ کے علاوہ باقی عورتوں کو تمہارے لیے حلال کردیا گیا)۔اس آیت کے لفظی وظاہری معنی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان عورتوں کے علاوہ آدمی چار سے زیادہ عورتوں سے بیک وقت شادی کرسکتا ہے لیکن آیت کے یہ ظاہری معنی دوسری آیت سے متعارض ہیں۔وہ دوسری آیت یہ ہے :﴿فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع﴾(النساء۳:۴)(وہ عورتیں جو تم کو پسند ہوں ان میں سے دو دو تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کرو)۔اس آیت کی رو سے ایک وقت میں چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے اور یہ دوسری آیت اس بارے میں نص

ہے،یعنی اسی مقصد کے لیے نازل ہوئی تھی اس لیے اس کو پہلی آیت پر جو ظاہر ہے ترجیح دی جائے گی اور چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہوگا۔

دوم: مفسر کو نص پر ترجیح دی جائے گی

جس وقت عورت کو حیض کے علاوہ مسلسل خون جاری ہو یعنی وہ مستحاضہ ہو۔اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: المستحاضة تتوضا لكل صلاة۳۔ (مستحاضہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے)۔یہ حدیث اس امر کے بارے میں نص ہے کہ مستحاضہ پر نماز کے لیے وضو کرنا،خواہ وہ ایک ہی وقت میں ہو فرض ہے،کیونکہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں اور اس حدیث کا مقصد بھی اصل میں اسی حکم کو بتانا ہے لیکن اس میں تاویل کی گنجائش موجود ہے۔اسی مسئلے کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا اور اسی حدیث کی یہ دوسری روایت ہے: المستحاضة تتوضا لوقت كل صلاة یہ حدیث پہلی حدیث سے متعارض ہے۔پہلی حدیث کے مطابق مستحاضہ کو ہر نماز کے لیے وضو کرنا چاہیے۔دوسری کی رو سے نماز کے ایک ہی وقت میں وضو کرنا چاہیے۔یہ دوسری حدیث پہلی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔یعنی اس کی تشریح ووضاحت کرتی ہے کہ مستحاضہ پر ہر نماز کے لیے وضو کرنا ضروری نہیں ہے،بلکہ جب بھی نماز کا وقت آئے نیا وضو کر لے۔اس وقت میں چاہے جتنی نمازیں پڑھ لے۔اس معنی میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی،کیونکہ یہ حدیث مفسر ہے۔اس لیے پہلی حدیث پر اس کو ترجیح دی جائے گی اور اس کے مقتضی کے مطابق عمل ہوگا۔

سوم: محکم کو اس کے ماسوا ہر قسم پر،خواہ وہ ظاہر ہو،نص ہو یا مفسر،ترجیح دی جائے گی

اس کی مثال میں مندرجہ ذیل آیات پیش کی جا سکتی ہیں۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿واحل لكم ماوراء ذلكم﴾ (النساء۴:۲۴)(ان محرمات مذکورہ کے علاوہ اور باقی عورتوں کو تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے)۔محرمات کو چھوڑ کر اس آیت سے اس کے عموم کے سبب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے آپ کی وفات کے بعد شادی کی اجازت معلوم ہوتی ہے لیکن دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿وما كان ان تؤذوا رسول الله ولا ان تنكحوا ازواجه من بعده ابدا﴾ (الاحزاب۳۳:۵۳)(تم کو یہ بات کسی طرح جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ اور نہ تم کو یہ جائز ہے کہ تم پیغمبر کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو)۔یہ آیت نبی کریم ﷺ کی

☆اقنع بصورتك وموهبتك ودخلك واهلك وبيتك تجد الراحة والسعادة.☆

وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کی حرمت کے بارے میں محکم ہے۔اس آیت کے ان محکم معنی میں کسی تاویل اور نسخ کی گنجائش نہیں ہے۔پہلی آیت پر جونص ہے اسے ترجیح دی جائے گی۔اس لیے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ شادی کرنا حرام ہوگا۔

چہارم: جو حکم عبارۃ النص سے ثابت ہو اس کو اس حکم پر جو اشارۃ النص سے ثابت ہو، ترجیح دی جائے گی

اس کی مثال میں مندرجہ ذیل آیتیں پیش کی جاسکتی ہیں: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿یاایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی﴾ (البقرۃ ۲:۱۷۸) (اے ایمان والو! مقتولین کے بارے میں تم پر قصاص لازم کیا گیا ہے)۔دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا﴾ (النساء۴:۹۳) (جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کردے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ وہ اس میں پڑا رہے)۔

پہلی آیت عبارۃ النص کے طریقے سے یہ بتلاتی ہے کہ قاتل سے قصاص لینا واجب ہے۔دوسری آیت اشارۃ النص کے طریقے سے یہ بتلاتی ہے کہ عمداً قتل کرنے والے سے قصاص لینا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ سزا کے طور پر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔یہ آیت عمداً قتل کرنے والے شخص کے لیے صرف جہنم کی سزا پر اکتفا کرتی ہے اور یہی آیت قتل عمد کی سزا کو بھی بتلا رہی ہے تو اشارۃ النص کے طریقے سے اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس قاتل کو سوائے جہنم کی سزا کے کوئی دوسری سزا دینا ضروری نہیں ہے، کیونکہ یہ مشہور قاعدہ ہے کہ مقام بیان وتشریح میں اگر کسی چیز پر اس مفہوم پر اکتفا کیا جائے تو وہ مفید حصر ہوتا ہے۔لیکن یہ مفہوم اشارۃ النص سے نکلتا ہے اس لیے اس کو اس مفہوم پر ترجیح دی جائے گی جو عبارۃ النص سے سمجھا جاتا ہے اور وہ قصاص ہے۔اس لیے عمداً قتل کرنے والے شخص پر قصاص واجب ہوگا۔

پنجم: جو حکم اشارۃ النص سے ثابت ہو اس کو اس حکم پر ترجیح دی جائے گی جو دلالۃ النص سے ثابت ہو

اس کی مثال میں مندرجہ ذیل آیات پیش کی جاسکتی ہیں: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ومن یقتل

مؤمنا خطا فتحریر رقبة مؤمنة﴾ (النساء۴:۹۲) (جو شخص غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کردے تو اس سے ایک مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کرنا ہے)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا﴾ (النساء۴:۹۳) (جو شخص کسی مسلمان کو قصداً جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کی جزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا)۔

پہلی آیت سے عبارۃ النص کے طریقے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص غلطی سے کسی شخص کو قتل کردے تو اس پر کفارہ واجب ہے اور اسی آیت سے دلالۃ النص کے طریقے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص قصداً کسی کو قتل کردے اس پر کفارہ واجب ہوگا کیونکہ یہ تو اس شخص سے جو خطا سے کسی کو قتل کرے کفارے کا زیادہ مستحق ہے۔ اس لیے کفارے کا سبب جرم قتل ہے اور قتل عمد میں جرم قتل خطا کی بنسبت زیادہ شدید اور ہولناک ہوتا ہے۔ اس لیے قصداً قتل کرنے والے پر کفارہ غلطی سے قتل کرنے والے شخص کے مقابلے میں بدرجہ اولی واجب ہونا چاہیے۔

دوسری آیت سے بطریق اشارۃ النص یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عمداً قتل کرنے والے شخص پر دنیا میں کوئی کفارہ نہیں، کیونکہ آیت میں اس کے لیے دائمی جہنم کی سزا پر اکتفا کیا گیا ہے۔ مقام بیان میں اس سزا پر اکتفا کرنا دوسری ہر قسم کی سزا کی نفی کرتا ہے۔ یہ مفہوم اس آیت سے اشارۃ النص کے طریقے سے معلوم ہوتا ہے اور یہ اس مفہوم سے متعارض ہے جو پہلی آیت سے دلالۃ النص کے طریقے سے سمجھ میں آتا ہے۔ اس لیے جو مفہوم اشارۃ النص سے نکلتا ہو وہ اس مفہوم پر قابل ترجیح ہے جو پہلی آیت دلالۃ النص سے نکلتا ہے۔ اس لیے عمداً قتل کرنے والے شخص پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ یہ حنفی فقہا کا نظریہ ہے۔ شافعی فقہا دلالۃ النص کو اشارۃ النص پر ترجیح دیتے ہیں اس لیے قتل عمد میں بھی ان کے نزدیک کفارہ واجب ہے۔

ششم: جو حکم دلالت منطوق سے ثابت ہو اسے دلالت مفہوم پر ترجیح دی جائے گی

اس کی مثال اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿یاایھا الذین امنوا لاتاکلوا الربا اضعافا مضاعفة﴾ (آل عمران:۳:۱۳۰) (اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ) اگر ہم اس میں مفہوم مخالف کا اعتبار کریں تو وہ اس ارشاد سے متصادم ہوگا کہ ﴿وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولاتظلمون﴾ (البقرۃ۲:۲۷۹) (اگر توبہ کرلو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس

☆ تفاءل ولا تقنط ولا تياس واحسن الظن بربك وانتظر منه كل خير وجميل. ☆

میں نہ اوروں کا نقصان اور تمہارا نقصان) اس لیے کہ یہ اپنے منطوق (یعنی منصوص حکم) سے ربا/سود کی حرمت بتلا رہا ہے چاہے وہ قلیل مقدار میں ہوں، اس لیے اسے پہلے حکم (یعنی مفہوم مخالف) پر ترجیح دی جائے گی۔

جمع وتطبیق

اگر دو متعارض نصوص میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم کرنا مشکل ہو کہ کون سی نص ناسخ ہے، اور جو ترجیح کے طریقے ہم نے اوپر ذکر کیے ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی اطلاق نہ ہوتا ہو اور دونوں نصوص قوت میں یکساں ہوں تو اس صورت میں مجتہد کو چاہیے کہ ان دونوں متعارض نصوص کے درمیان جمع، تطبیق اور موافقت پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اس جمع وتطبیق کے اصول کے ذریعے دونوں کے درمیان موافقت پیدا کرے۔ اس طرح دونوں نصوص پر عمل کرے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیران الوصیة للوالدین والاقربین بالمعروف﴾ (البقرۃ ۲:۱۸۰) (تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے مرنے کا وقت آ جائے بشرطیکہ وہ کچھ مال بھی چھوڑے ہو تو وہ اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے انصاف کے ساتھ وصیت کرے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک وان کانت واحدة فلھا النصف ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوة فلامہ السدس من بعد وصیة یوصی بھا او دین آباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضة من اللہ ان اللہ کان علیما حکیما﴾ (النساء ۴:۱۱) (اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے یعنی ترکہ کی تقسیم کا کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو میت کے مال متروکہ میں سے ان سب لڑکیوں کا حصہ دو تہائی ہوگا۔ اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کے لیے نصف ہوگا۔ پھر اگر میت سے کوئی اولاد نہ ہو اور صرف والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس میت کی ماں

کا تہائی حصہ ہوگا اور اگر اس لاولد میت کے ایک سے زائد بہن بھائی ہوں تو ماں بجائے تہائی کے چھٹے حصے کی حق دار ہوگی۔ یہ سب تقسیم میت کی اس وصیت کو جو اس نے کی ہو پورا کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد کی جائے گی۔تم اپنے ماں باپ، دادا اور بیٹیوں پوتوں کے بارے میں یہ نہیں جانتے کہ ان میں سے باعتبار نفع رسانی کے تم سے قریب تر کون ہے۔یہ حصے خدا کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں۔یقیناً اللہ تعالی سب سے واقف اور بڑی حکمت والا ہے)۔

پہلی آیت یہ بتلاتی ہے کہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرنا واجب ہے۔دوسری آیت یہ بتلاتی ہے کہ اللہ تعالی نے والدین ،اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے لیے میراث میں سے حصے مقرر فرمادیے ہیں اور مورث کی صوابدید پر نہیں چھوڑا۔اس لیے یہ دونوں آیتیں متعارض ہیں۔لیکن ان دونوں کے درمیان مطابقت اور موافقت پیدا کی جاسکتی ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ پہلی آیت کو اس حکم پر محمول کیا جائے کہ جو والدین اور رشتہ دار مانع کے سبب میراث میں سے حصہ نہ پاسکیں،مثلاً کسی کے والدین یا بعض رشتہ دار مسلمان نہ ہوں تو ان کے حق میں وصیت کرنا واجب ہے۔دوسری آیت کو اس حکم پر محمول کیا جائے کہ اس آیت میں جن ورثا کے حصے مقرر ہیں ان کو اسی طرح دے دیے جائیں۔

۲۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا﴾(البقرۃ ۲:۲۳۴)(جو لوگ تم میں سے وفات پاجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں)۔دوسری جگہ ارشاد ہے:﴿واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن﴾(الطلاق ۶۵:۴)(حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں)۔

کچھ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ دوسری آیت نے پہلی آیت کو ایسی حاملہ عورت کی نسبت جس کے خاوند کا انتقال ہوگیا ہو،منسوخ نہیں کیا۔اس لیے ان فقہا نے ان دونوں آیتوں کے درمیان تطبیق پیدا کی ہے۔تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس عورت کے خاوند کا انتقال ہوگیا ہو اور وہ حاملہ ہو وہ وضع حمل اور چار ماہ دس دن جو مدت زیادہ ہو اس عرصے تک عدت گزارے۔یعنی اگر شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن سے پہلے اس کا بچہ پیدا ہوجائے تو وہ چار ماہ دس دن تک عدت گزارے،اور اگر یہ مدت گزر جائے اور اس کے ہاں بچہ پیدا نہ ہو تو وضع حمل تک عدت گزارے۔

۳۵۰۔جمع وتوفیق کے اصول وقواعد میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ دونصوں میں سے ایک نص عام ہواوردوسری خاص، یاایک مطلق ہواوردوسری مقیدتو خاص سے عام کی تخصیص کریں گے۔خاص چیز کے بارے میں جونص وارد ہوئی ہے اس پراسی حدتک عمل کریں گے اوراس کے علاوہ دوسری چیزوں میں عام پرعمل کریں گے،اس طرح مطلق کومقید پرمحمول کریں گے،یامقید پراپنے موقع پرعمل کریں گے اور مطلق پراس کے علاوہ دوسری چیزوں میں،اسی تفصیل کے ساتھ جوہم عام وخاص اور مطلق ومقید کی بحثوں میں بیان کرچکے ہیں،عمل کریں گے،اس کی مثالیں بھی وہاں ہم نے بیان کی ہیں۔

توفیق (دونصوص کے درمیان موافقت پیداکرنا)کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ دونصوص میں سے ایک کی اس طرح تاویل کی جائے کہ وہ دوسری کے معارض نہ ہو۔جیسے بعض متاخرین علمانے صفات سے متعلق بعض آیات کی تاویل کی ہے۔

۳۵۲۔اگردلیلیں قوت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں توترجیح دلیل کی قوت کی بنیادپردی جائے گی،اگرچہ یہ ترجیح حقیقت میں دومتعارض نصوص کے درمیان نہیں ہوگی،کیونکہ تعارض ایسی دلیلوں کے درمیان نہیں ہوتا جوقوت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں،بلکہ جودلیلیں قوت میں ایک دوسرے کے برابر ہوں ان کے درمیان تعارض ہوتا ہے۔ذیل میں ہم اس قسم کی ترجیح کے کچھ طریقے بیان کرتے ہیں:

الف۔قرآن مجید کی آیت یاصحیح حدیث کوقیاس پرترجیح دی جائے گی،کیونکہ قیاس ظنی دلیل ہے اورنص کی موجودگی میں اس پرعمل نہیں کیاجاسکتا۔

ب۔قیاس کے مقتضی پراجماع کوترجیح دی جائے گی،کیونکہ اجماع قطعی ہے اورقیاس ظنی ہے۔ظنی میں قطعی کے ساتھ معارضہ کی طاقت نہیں ہے۔

ج۔متواتر حدیث کوخبرواحدپرترجیح دی جائے گی۔

د۔ایسی خبرواحدکوجسے عادل اورفقیہ راوی نے روایت کیاہوایسی خبرواحدپرترجیح دی جائے گی جس کوعادل مگرغیرفقیہ راوی نے روایت کیاہو۔

ھ۔اگردوقیاس باہم متعارض ہوں توان میں سے جوزیادہ قوی ہواس پرعمل کیاجائے گا،یعنی جس قیاس میں علت مذکورہواس کواس قیاس پرترجیح دی جائے گی جس کی علت مستنبط کی گئی ہویاجس قیاس کی

علت تاثیر یا حکم سے مناسبت میں دوسرے قیاس کی علت سے زیادہ قوی ہو کر اس کو ترجیح دی جائے گی۔

۳۵۴۔اگر رفع تعارض یا ترجیح کے طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی کارآمد نہ ہو سکے تو مجتہد کا فرض ہے کہ وہ ان دو متعارض دلیلوں میں سے کسی ایک سے استدلال کرنے کی بجائے کسی دوسری دلیل کو تلاش کرے جو ان سے رتبے میں کم ہو، جیسے اگر دو نصوص کے درمیان تعارض ہو اور ترجیح ممکن نہ ہو تو مجتہد قیاس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

امام شوکانیؒ نے ترجیح کی چھ قسمیں کی ہیں: سند کے اعتبار سے، متن کے اعتبار سے، مدلول کے اعتبار سے، کسی خارجی امر کے اعتبار سے، کئی قیاسوں کے درمیان ترجیح اور حدود سمعیہ کے درمیان ترجیح۔امام شوکانیؒ نے ان سب کو بہت ہی تفصیل سے بیان کیا ہے، لیکن ان سب میں فقہا کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں۔آخر میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ترجیح کا دار و مدار مجتہد کی مسالک شریعت میں قوت نظر پر ہے۔[۴]

....

حواشی

۱۔سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی زیارۃ القبور

۲۔بیضاوی، منہاج الوصول ص۱۱۳، الاحکام ۴:۳۲، فواتح الرحموت

۳۔سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب من قال تغتسل من طہر الی طہر

۴۔ارشاد الفحول ص۲۴۴۔۲۵۱

نئی کتاب

اصلاحِ امت

مرتبین۔ علامہ پیر سید کرامت علی حسین شاہ صاحب (علی پور سیداں نارووال)

حضرت خواجہ محمد معظم الحق معظمی صاحب (معظم آباد سرگودھا)

اپنے موضوع پر ایک نہایت عمدہ اور فکر انگیز کتاب

ملنے کا پتہ : خانقاہ معظمیہ سرگودھا............خانقاہ عالیہ علی پور سیداں نارووال

☆احسن الی الناس بوقدم الخیر للبشر لتلقی السعادۃ من عیادۃ مریض، واعطاء فقیر والرحمۃ بیتیم.☆